عشرہ ذی الحجہ، قربانی اور اس کے تقاضے

مولانا عبداللطیف المدنی (استاذ الحدیث جامعہ عربیہ چنیوٹ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلامُ عَلٰى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعد!

برادران اسلام! رسول اکرم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق مسلمانوں کے صرف دو ہی تہوار ہیں۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ۔ اب عید الاضحیٰ کی آمد آمد ہے اور ماہ ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں کو عشرہ ذی الحجہ کہا جاتا ہے اور ان دس دنوں کی شریعت اسلامیہ میں بڑی فضیلت اور اہمیت وارد ہوئی ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کی اہمیت:

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسے نہیں جن میں کیا جانے والا نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں ان دس دنوں سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا عمل بھی ان دس دنوں میں کیے جانے والے عمل سے بڑھ کر نہیں تو فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد بھی اس سے بڑھ کر نہیں۔ ہاں البتہ کوئی شخص اپنا مال اور جان دونوں میدانِ جہاد میں قربان کردے۔ دونوں میں سے ایک چیز بھی واپس نہ آئے تو اب جہاد بے شک ان دنوں کے اعمال صالحہ کا مقابلہ کرسکتا ہے۔

مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عشرہ ذی الحجہ کے نیک عمل دوسرے دنوں کے مقابلہ میں اللہ کو بہت پسندیدہ ہیں پس تم ان دنوں میں تہلیل (یعنی لا الہ الا اللہ) کہنا) تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا) اور تحمید (یعنی الحمد اللہ کہنے) کی کثرت رکھو یعنی یہ اذکار زیادہ سے زیادہ پڑھا کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل دن عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا دن ہے۔ (صحیح ابن حبان)

ایک اور روایت میں ان دس دنوں کی اہمیت اس طرح بیان ہوئی ہے کہ تمام ایام میں سے ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن افضل ہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ جو دن جہاد میں صرف ہوں وہ دن بھی ان دنوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے؟ تو فرمایا کہ

ایسا جہاد تو ان دنوں کے برابر ہوسکتا ہے جس میں مجاہد کا چہرہ خون آلود ہوجائے اور وہ میدان جہاد ہی میں قربان ہوجائے۔

عشرہ ذی الحجہ میں کرنے کے بعض خاص اعمال:

ان مبارک دنوں میں ایسے تو ہر نیکی کی بڑی عظمت اور فضیلت ہے لیکن بعض خاص اعمال ایسے ہیں جو ان میں خاص طور پر کرنے کے ہیں مختصر طور پر ان کا ذکر کیا جاتا ہے اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توفیق مرحمت فرمائے۔

روزہ اور قیام:

اللہ کے لیے روزہ رکھنا تو ویسے بھی بہت بڑا عمل ہے اور عظیم عبادت ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ”روزہ خاص میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں خود ہی دوں گا“ لیکن ان دنوں کے روزوں کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ارشاد ہے کہ عشرہ ذی الحجہ کے ہر دن کا روزہ ثواب میں ایک سال کے مساوی اور رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے۔“ (ترمذی) اور نویں ذی الحجہ یعنی عرفہ کے دن کے روزے کی فضیلت واہمیت اور بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف وغیرہ میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے روزے سے ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف فرمادیئے جاتے ہیں۔

ذکر الٰہی اور تکبیر وغیرہ کی کثرت:

ذکر الٰہی ویسے تو بہت بڑی چیز ہے لیکن ان دس دنوں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں، جسے امام احمدؒ نے روایت کیا ہے، ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: ان دنوں میں **لا الہ الا اللّٰہ، اللّٰہ اکبر اور الحمدللّٰہ** کی کثرت رکھو یعنی زیادہ سے زیادہ پڑھا کرو۔

حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ دونوں ان ہی دنوں میں بازار جا کر بلند آواز سے تکبیر کہتے تو اس طرح بازار کے دوسرے لوگ بھی تکبیر کہتے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات اس طرح لوگوں کو ان دنوں کیے جانے والے عمل خیر کی یاد دہانی کرایا کرتے تھے۔ ان حضرات کو آخرت کے لیے نیکیاں زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کا کس قدر شوق تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے شوق وشغف سے نوازے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ اپنی تکبیر کہتا تھا نہ کہ اجتماعی طور پر ایک ساتھ ایک ہی آواز میں کیونکہ یہ طریقہ بزرگان دین سے کہیں منقول نہیں۔

توبہ واستغفار کی کثرت

ان بابرکت دنوں میں توبہ واستغفار بھی زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ رحمتوں اور برکتوں والے ان دنوں میں اپنے جرائم اور گناہوں کی معافی مل سکے اور اللہ رب العزت کا قرب اور رضا وخوشنودی نصیب ہوجائے۔ اس لیے کہ گناہوں

کی وجہ سے انسان اپنے خالق و مالک سے دور ہوجاتا ہے اور توبہ و استغفار سے اللہ کی رحمت پھر انسان کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے معاف کرنے والے ہیں کہ بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اور بڑے پیارے انداز سے فرمایا کہ ”میرے بندوں کو بتا دیجیے کہ میں بڑا بخشنے والا نہایت رحم والا ہوں۔ اگر تمہارے گناہ بہت ہیں تو میری رحمت کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں“، بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم تو بڑے گناہ گار ہیں اللہ ہمیں کیسے بخشے گا؟ بظاہر تو یہ بڑی تواضع معلوم ہوتی ہے کہ اس کو اپنی نالائقی کا بڑا احساس ہے لیکن حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص بظاہر تو متواضع ہے مگر حقیقت میں انتہائی متکبر ہے کہ اپنے گناہوں کو اللہ کی رحمت سے بڑا سمجھتا ہے اور اس پر حضرت نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بیل پر ایک مچھر بیٹھ گیا۔ جب اڑنے لگا تو کہا بیل رے بیل مجھے معاف کر دینا کہ میں تیرے سینگ پر بغیر اجازت کے بیٹھ گیا تھا۔ اس نے کہا مجھے نہ تیرے بیٹھنے کی خبر نہ تیرے جانے کی خبر۔ اگر تو نہ بولتا تو مجھے پتا بھی نہ چلتا کہ تو کب بیٹھا اور کب گیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ ہماری معافی اور گناہوں کے سمندر کا سمندر اللہ رب العزت کی رحمت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ دوستو! توبہ واستغفار کی توفیق بھی اللہ رب العزت کی ایک عظیم الشان عنایت ہے۔ اس سلسلہ میں توبہ واستغفار کے الفاظ بہت اہم، مختصر اور جامع ہیں۔ (یعنی اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ) اس لیے ان الفاظ کو ہر نماز کے بعد ہمیشہ اور خصوصاً ان دنوں میں جتنا ہو سکے پڑھتے رہیں، اگر معنی سمجھ کر پڑھیں تو عجیب حلاوت ولذت نصیب ہوگی۔

خاص اوقات کی تکبیرات:

ان دنوں میں عمومی تکبیر کے علاوہ خاص دنوں کی تکبیرات بھی ہیں جنھیں تکبیرات تشریق کہا جاتا ہے اور وہ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کی صبح سے لے کر تیرویں تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ کہی جاتی ہے اور وہ یہ ہے **اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد**۔ اگر امام بھول جائے تو مقتدی بلند آواز سے پڑھ کر اسے یاد دلا دیں اسی طرح جو شخص تنہا نماز پڑھے اسے بھی یہ تکبیر پڑھنا چاہئے مزید برآں اگر ان پانچ دنوں میں کوئی نماز قضاء ہوجائے اور انہی دنوں میں اسے ادا کیا جائے تو اس کو مع تکبیر کے ادا کرنا چاہیے اور مرد وعورت دونوں پر یہ تکبیر واجب ہے۔ البتہ عورت بلند آواز سے تکبیر نہ کہے بلکہ آہستہ کہے۔

تنبیہ:

یہ تکبیر متوسط بلند آواز سے کہنا ضروری ہے بہت لوگ غفلت کی وجہ سے پڑھتے ہی نہیں یا آہستہ پڑھ لیتے ہیں اس کی اصلاح ضروری ہے۔

نماز عید کی ادائیگی:

ان پاکیزہ دنوں میں دسویں ذی الحجہ کا دن عیدالاضحیٰ کا دن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جو ہم سب کا اور پوری کائنات کا

خالق و مالک ہے، اس کے حضور اجتماعی طور پر جھکنے اور سجدہ ریز ہونے کا عظیم الشان اور پاکیزہ عمل ہے اس کے لیے صبح سویرے اٹھ کر غسل کرنا، مسواک کرنا، اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، عیدگاہ کی طرف پیدل چلنا، ناشتہ کے بغیر ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے آنا اور راستے میں تکبیر کے الفاظ با آواز بلند پڑھتے رہنا مسنون ہے۔ تکبیر کے الفاظ اوپر گزر چکے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس دن تمام راستے اور در و دیوار تکبیر الٰہی کے زمزموں سے گونجنے لگیں اور توحید الٰہی کے ایک داعی کے عنبرین پیغام کے ذریعے فضائیں اللہ کی عظمت و کبریائی سے معطر ہو جائیں۔

عید کی نماز کا طریقہ:

نماز عید دوسری نمازوں کی طرح دو رکعت ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس کی ہر رکعت میں تین تین تکبیریں زائد ہیں پہلی رکعت میں ثنا پڑھنے کے بعد قرات سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرات کے بعد رکوع سے پہلے ان زائد تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہیے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہنے کی مقدار و وقفہ کرنا چاہیے اور پھر ہاتھ چھوڑ دینا چاہیے۔ صرف پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔

نماز عید میں تاخیر سے شامل ہونے والے کے لیے حکم:

جو شخص نماز میں تاخیر سے شامل ہوا سے چاہیے کہ وہ ہاتھ اٹھا کر اپنی تکبیریں کہہ لے لیکن اگر امام رکوع میں چلا گیا ہو تو پھر فوراً رکوع میں مل جائے اور بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع میں تین بار اللہ اکبر کہہ لے۔ اگر ایک رکعت جاتی رہی اور دوسری رکعت امام کے ساتھ پڑھ لی تو جب وہ اپنی فوت شدہ رکعت پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو شروع میں تکبیریں نہ کہے بلکہ رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہہ لے اور اگر دوسری رکعت بھی فوت ہو گئی تو پھر جماعت میں شامل ہو کر سلام کے بعد اٹھے اور باقاعدہ مقررہ ترتیب کے ساتھ نماز ادا کرے۔

اسلام میں عیدین صرف دو ہیں:

دین اسلام میں مسلمانوں کے لیے سال بھی صرف دو ہی عیدوں کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔ یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور مسلمانوں کی یہ دونوں عیدیں دو عظیم الشان عبادتوں کے ساتھ مربوط ہیں۔

عید الفطر رمضان المبارک کے روزوں کے بعد ادا کی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ حج بیت اللہ کے بعد اور یہ دونوں عبادتیں دین اسلام کے پانچ ارکان میں سے دو بنیادی رکن ہیں اور یہ ایسی عظیم الشان اور پاکیزہ عبادتیں ہیں جو تمام روئے زمین پر مسلمانوں کے سوا کسی اور قوم کو نصیب نہیں اور عید کی نماز بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اس عنایت پر سجدۂ شکر بجالانا ہے، جس کی تعلیم دین اسلام میں فرمائی گئی اور عبادات کوئی انسان اپنی عقل اور سوچ و بچار سے مقرر نہیں کرسکتا اور اس کو اس طرح بجالانا ضروری ہے، جس طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہوتا ہے اور سال بھر میں صرف دو ہی عیدوں کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اسلام میں کسی تیسری عید کا کوئی وجود نہیں۔ بعض لوگوں نے جو دوسری کئی عیدیں مختلف ناموں

سے بنائی ہیں، وہ ان کی اپنی ایجاد کردہ ہیں۔ اس لیے ایسی تمام ایجادات اور بدعات سے بچنا نہایت ضروری ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اور صحیح ارشاد ہے کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز شامل کر لی جو اس میں ثابت وموجود نہیں تو وہ مردود ہے یعنی وہ اس کے منہ پر ماردی جائے گی۔

قربانی:

ان دنوں کا ایک خاص اور اہم عمل اضحیہ یعنی قربانی کی عبادت ہے جس کی وجہ سے اس عید کو عید الاضحیٰ یعنی قربانیوں کی عید کہا جاتا ہے۔ یہ ایک عظیم الشان عبادت اور شعائرِ اسلام میں سے ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جاری ہے لیکن شعائرِ اسلامی میں قربانی سے مراد سنتِ ابراہیمی کی وہ یادگار ہے جس کا ذکر سورۃ الصّٰفّٰت میں ہے۔ چنانچہ جب صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے تو یہ ابراہیمی یادگار کی حیثیت سے شعائرِ اسلام میں سے ہے۔

یہ دراصل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اس عظیم الشان اور بے مثال قربانی کی یادگار ہے جو انھوں نے اپنے رب کی رضا وخوشنودی کے لیے الٰہی کی طرف سے ملنے والے اشارے کی بناء پر تقریباً چھیاسی (۸۶) برس کی عمر میں پیدا ہونے والے اپنے پہلے ہونہار اور نہایت فرمانبردار بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی سے قائم فرمائی تھی۔ اس کی یاد تازہ کرائی جاتی ہے تاکہ امتِ محمدیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر مسلمان کا نورِ ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو جائے اور آج نمازِ عید کے بعد اللہ کے نزدیک سب سے افضل اور بہتر عمل قربانی ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اولادِ آدم نے عید کے دن کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی) سے زیادہ پسندیدہ ہو۔ (ترمذی، ج۱، ص۲۷۶) اور صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے جس شخص نے قربانی کرنی ہو تو اسے چاہیے کہ چاند نظر آجانے کے بعد قربانی کرنے تک نہ اپنے بال کاٹے، نہ ناخن تراشے۔ اس حدیث سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حکم صرف اسی شخص کے لیے ہے جس نے قربانی کرنی ہو۔ اس کی بیوی بچے جنھوں نے یہ قربانی نہیں کرنا ہوتی، ان کے لیے یہ پابندی نہیں ہے اور بات بھی مستحب کے درجے میں ہے اور قربانی کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قربانی کے جانور کے ہر ایک بال کے بدلے میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ ہر سال قربانی کے جانور کے ہر عضو یہاں تک کہ اس کی کھال، اس کے کُھر اور سینگ سب میزانِ عمل میں ہوں گے اور یہ سب ثوابِ عظیم ملنے کا ذریعہ ہوں گے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے نزدیک درجۂ قبولیت پالیتا ہے۔ لہٰذا تم لوگ خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز ہمیں بے کار معلوم ہوتی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کو مقبول ہے۔ قربانی ایک عظیم الشان اور اہم عبادت ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا۔ مگر بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے۔ سورۃ کوثر میں اللہ

تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہوسکتی، اسی طرح قربانی بھی اس کے لیے کیجیے اور ایک دوسری آیت میں اس مفہوم کو دوسرے عنوان سے بیان فرمایا گیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیجیے کہ میری نماز، میرا جینا، میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا ہے اور ہر سال برابر قربانی کرتے رہے۔(ترمذی) اور حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ قربان کیے۔ تریسٹھ اپنے مبارک ہاتھ سے کیے (صحیح مسلم) اور اس شان کے ساتھ کیے کہ ایک کے بعد دوسرا اونٹ مؤدب انداز سے سر جھکائے حاضر ہوجاتا۔

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ برکف
بامید روز آنکہ بسکار خواہی آمد

جس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظّمہ کے لیے مخصوص نہیں بلکہ ہر شخص پر ہر شہر میں شرائط پائے جانے کے بعد لازم ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اس کی تاکید بھی فرماتے رہے۔ اس لیے جمہور اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ یاد رہے کہ ہر عبادت کے کچھ مخصوص اثرات ہوتے ہیں اور عظیم الشان عبادت قربانی کے بھی بعض خاص اثرات ہیں۔ چنانچہ قربانی کرنے سے ایمان واخلاص میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ قربِ الٰہی وحصولِ تقویٰ کا بہترین ذریعہ ہے۔ شوقِ شہادت اور جذبۂ جہاد کا بڑا محرک ہے۔ اعمالِ شاقہ کے لیے عزم وہمت پیدا ہوتی ہے۔ ہر اہم اور بلند مقصد کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قربانی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی اور اسوۂ حسنہ ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل بیت عظام کی ساری زندگی کا مبارک طریقہ ہے۔ چودہ سو سال کے تمام مسلمانوں کا متواتر عمل ہے۔ غرض یہ کہ قربانی تمام کامیابیوں وکامرانیوں کا زینہ ہے۔

اخلاصِ نیت:

آخر میں یہ بنیادی بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمام اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔'' یعنی نیت کے مطابق اس کا ثمرہ ملے گا اور اللہ کے یہاں وہی عمل قبول ہوتا ہے جو اخلاص اور صدقِ نیت کے ساتھ اس کی رضا وخوشنودی کے لیے کیا جائے۔ ورنہ اگر اس میں نمود ونمائش اور ریاکاری کا کوئی حصہ شامل ہوگا تو وہ عمل قابل قبول نہیں ہوگا۔ اس لیے ہر عمل سے پہلے ہمیشہ اپنی نیت کو درست کرلیا جائے کہ اس میں کوئی کھوٹ شامل نہ ہو بلکہ وہ عمل خالص نیت کے ساتھ سچے دل سے اللہ کی خوشنودی ہی کے لیے کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے اور ریاکاری، نمود ونمائش کے ہر شائبہ سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

وصلی اللّٰہ وسلم علیٰ صفوۃ البریۃ سیدنا محمد
وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الراحمین